شمارہ ۱-۲	ماہ مارچ - اپریل سنہ ۱۹۸۴ء	جلد: ۷۲

نگرانِ اعلیٰ

مولانا الحاج پیر سید افضل حسین شاہ صاحب سجادہ نشین آستانہ عالیہ علی پور شریف

مدیر مسئول

غلام رسول گوہر

سرپرستی

حضرت معین الملت پیر سید حیدر حسین شاہ علی پوری

مدیر: غلام رسول گوہر
مطبع: لاہور آرٹ پریس انارکلی لاہور
مقام اشاعت: کوٹ عثمان خان قصور

زرِ بدل
سالانہ بیس روپے
ششماہی دس روپے
فی شمارہ دو روپے

انوار الصوفیہ رسائل پیر سید جماعت علی شاہ صاحب محدث علی پوری
نے انجمن خدام الصوفیہ کے زیر اہتمام 1905 کو شروع کروایا تھا
رسالہ انوار الصوفیہ کی 68 جلدیں مہیا کرنے پر
میں جناب محمد محمود صاحب کو مشکور ہوں
جن کی لسٹ مندرجہ بالا ہے (بختیار حسین جماعتی)

محمد محمود معزوی جماعتی
خلیفہ مجاز شیخ معزالدین طالبی جماعتی
خلیفہ مجاز سائیں محمد حنیف لال بادشاہ مری

1	1960 October	21	1972 May	41	1971 Janu Feb
2	1961 July	22	1972 December	42	1973 Agust
3	1961 December	23	1973 March	43	1973 Aril
4	1962 Feb	24	1973 March	44	1974 Agust September
5	1962 May	25	1973 December	45	1975 December
6	1962 October	26	1975 March	46	1976 March April
7	1963 January	27	1978 Feb	47	1979 June july
8	1963 June	28	1980 July	48	1980 Dec 1981 Janu
9	1963 September	29	1981 July	49	1980 October NOvember
10	1964 Feb	30	1982 Feb	50	1981 Jantaree
11	1964 March	31	1982 July	51	1982 1983 Dec Jan
12	1965 January	32	1984 April	52	1982 March April
13	1965 May	33	1959 Agust Rizwan	53	1982 May June
14	1965 July	34	1965 March Hanfi	54	1983 Feb March
15	1966 June	35	1967 April May	55	1983 May June
16	1969 Feb	36	1968 October November	56	1983 Nov Decemb
17	1969 December	37	1969 agust	57	1984 Jan Feb
18	1970 December	38	1969 March April	58	1984 October Jantare
19	1971 Feb	39	1970 May June	59	Aaena Khalq e Muhamadi
20	1971 November	40	1971 Agust	60	Majmua Hazar Masla

قواعد وضوابط

اس رسالہ کے ذریعے

- علم تصوف کی اشاعت کرنا
- حضرات مشائخ کرام کی سوانح عمریاں شائع کرنا اور ان کے اخلاق وغیرہ کی تعلیم دینا۔
- یہ رسالہ انگریزی مہینہ کی بیس تاریخ کو شائع ہوتا ہے۔
- جن اصحاب کی خدمت میں بامید قبولیت رسالہ ہذا جاوے وہ آئندہ مہینہ تک اپنی منظوری یا نامنظوری کی اطلاع دیویں۔
- خط وکتابت میں پتہ صاف اور خوشخط ہونا چاہیئے۔
- ہر قسم کی خط وکتابت اور ترسیل زر بنام ایڈیٹر انوار الصوفیہ ہونی چاہیئے۔

فہرست

ڈاکٹر اسرار احمد

قرآن مجید کا ایک اہم ترین حق

حکمِ اقامت

قرآن مجید پر ایمان اس کی تعظیم، اس کی تلاوت اور ترتیل اور اس کے تذکر و تدبر کے بعد اس کا اہم ترین حق ہر مسلمان پر یہ ہے کہ وہ اس پر عمل کرے اور ظاہر کرے کہ ماننا، پڑھنا اور سمجھنا سب فی الاصل "عمل" ہی کے لئے مطلوب ہیں۔ اس لئے کہ قرآن مجید نہ تو کوئی جادو یا جنتر منتر کی کتاب ہے جس کا پڑھ لینا ہی دفع بلیات کے لئے کافی ہو، نہ یہ محض حصول برکت کے لئے نازل ہوا ہے کہ بس اس کی تلاوت سے ثواب حاصل کر لیا جائے یا اس کے ذریعے جان کنی کی تکلیف کو کم کر لیا جائے اور نہ ہی محض تحقیق و تدقیق کا موضوع ہے کہ اسے صرف ریاضتِ ذہنی کا تختہ مشق اور نکتہ آفرینیوں اور خیال آرائیوں کی جولانگاہ بنا لیا جائے بلکہ یہ "ھدی للناس" یعنی انسانوں کی رہنمائی ہے اور اس کا مقصدِ نزول صرف اسی طرح پورا ہو سکتا ہے کہ لوگ اسے واقعۃً اپنی زندگیوں کا لائحہ عمل بنا لیں۔

یہی وجہ ہے کہ خود قرآن حکیم اور اس ذات اقدس نے جس پر یہ نازل ہوا (صلی اللہ علیہ وسلم) اس بات کو بالکل واضح فرما دیا ہے کہ قرآن پر عمل نہ کیا جائے تو اس کی تلاوت یا اس پر غور و فکر کے کچھ مفید ہونے کا کیا سوال خود ایمان ہی معتبر نہیں رہتا۔ چنانچہ قرآن مجید نے دوٹوک فیصلہ سنا دیا کہ

ترجمہ "اور جو فیصلہ نہ کرے اس کے مطابق کہ جو اللہ نے نازل فرمایا تو ایسے ہی لوگ تو کافر ہیں۔"

(سورۃ مائدہ آیت ۴۴)

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مزید وضاحت فرما دی ہے کہ

۱۔ "تم میں سے کوئی شخص مومن نہیں ہو سکتا جب تک اس کی خواہشِ نفس اس (ہدایت) کے تابع نہ ہو جائے جو میں لایا ہوں۔"

۲۔ جو شخص قرآن کی حرام کردہ چیزوں کو حلال ٹھہرائے وہ قرآن پر ایمان نہیں رکھتا۔"

(ترمذی شریف)

ایک ایسے شخص کا معاملہ تو مختلف ہے جو
ابھی تلاش حق میں سرگرداں ہو اور نہ قرآن کو پڑھ
اور سمجھ کر ابھی اس کی حقانیت کے عدم یا اثبات
کا فیصلہ کرنا چاہتا ہو۔ لیکن جو لوگ قرآن کو کتاب
الٰہی تسلیم کریں ان کے لئے اس استفادے کی
شرط لازم ہے کہ وہ اپنی زندگیوں کے رخ کو قرآن
کی سمت میں عملاً موڑ دینے اور اس کے ہر تقاضے
کو پورا کرنے کی حتی الامکان سعی کے عزم مصمم کے
بعد قرآن کو پڑھیں چاہے اس میں انہیں کیسے
ہی کبر و انکسار، ترک و اختیار اور قربانی و ایثار کے
ساتھ سابقہ پیش آئے۔

واقعہ یہ ہے کہ قرآن کی ہدایت تامہ تو در
حقیقت منکشف ہی صرف ان لوگوں پر ہوتی
ہے جو اپنے آپ کو اس کے حوالے کرنے کا فیصلہ
کر کے اس کا مطالعہ کریں۔ اس عزم صادق کے
بعد بھی ایک طویل مجاہدے اور کٹھن ریاضت کے
بعد ہی نفس انسانی میں تسلیم و انقیاد کی وہ کیفیت
پیدا ہوتی ہے جو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس
قول مبارک میں بیان ہوتی یعنی

"تم میں سے کوئی شخص مومن نہیں
ہو سکتا جب تک اس کی خواہش نفس
اس (ہدایت) کے تابع نہ ہو جائے
جو میں لایا ہوں"

نفس انسانی میں اس کیفیت کا پیدا ہو جانا
قرآن کی ہدایت تامہ کا نقطہ آغاز ہے۔ پھر جوں جوں
اس کتاب ہدایت سے تمسک بڑھتا جاتا ہے
اللہ تعالیٰ کی طرف مزید اضافہ ہوتا چلا جاتا ہے۔

"اور جو لوگ راہ یاب ہوئے تو ان کو
مزید عطا ہوئی سوجھ اور نصیب ہوئی
پرہیزگاری"
(سورۃ محمد آیت نمبر ۱۷)

یعنی انسان قرآن کی انگلی پکڑ کر اس کے ساتھ
ساتھ چلنے کی کوشش عملاً کرے تو صراط مستقیم
پر گامزن ہو جائے گا اور درجہ بدرجہ رشد و ہدایت
میں ترقی کرتا چلا جائے گا۔ ورنہ اس کی تلاوت
صرف وقت کا ضیاع ہی نہ ہوگی بلکہ عین ممکن ہے
کہ اس کے لئے موجب لعنت ہو جیسا کہ امام غزالی
رحمۃ اللہ علیہ نے احیاء العلوم میں بعض عارفین
کا قول نقل فرمایا کہ قرآن کے بہت سے پڑھنے والے
ایسے ہیں جنہیں سوائے لعنت کے اور کچھ حاصل
نہیں ہوتا اس لئے کہ جب وہ پڑھتا ہے کہ "یعنی
اللہ کی لعنت ہو جھوٹوں پر تو اگر وہ خود جھوٹا ہے تو
یہ لعنت خود اسی پر ہے"۔ اس طرح جب ایک
قاری تلاوت کرتا ہے کہ

ترجمہ "اور اگر ایسا نہیں کرتے تو تیار
ہو جاؤ لڑنے کے لئے اللہ اور اس
کے رسول سے"

تو اگر وہ خود اس حکم الٰہی سے سرتابی کرتا
ہے تو اللہ اور رسول کے اس "اذان حرب" کا مخاطب
خود وہی ہوا اسی طرح کم تولنے اور تھوڑا ناپنے والے

پیٹھ پیچھے برائی کرنے والے اور رو در رو طعنہ دینے والے قرآن کی تلاوت کرتے ہوئے ویل للمطففین اور ویل لکل ھمزۃ لمزۃ کی دردناک بشارتوں کے مصداق خود ہی بنتے ہیں۔ اس پر مزید قیاس کر لیجئے کہ عمل کے بغیر قرآن مجید کی تلاوت سے انسان کو در حقیقت کیا حاصل ہوتا ہے۔ رہا ان لوگوں کا معاملہ جو قرآن حکیم پر تحقیق و تدقیق غور و فکر اور تصنیف و تالیف میں مشغول رہتے ہوں لیکن خود اس کے تقاضوں کی ادائیگی سے غفلت برتیں تو ان کا معاملہ تو سب سے بڑھ کر سنگین ہو جاتا ہے اور ان کی یہ ساری کد و کاوش اور تحقیق و جستجو صرف ذہنی عیاشی ہی نہیں "تلعب بالقرآن" یعنی

بازی بازی باریش بابا ہم بازی

کے مصداق قرآن کے ساتھ کھیل کی صورت اختیار کر لیتی ہے۔ نتیجۃً ان کے اپنے حصے میں بھی قرآن سے ہدایت نہیں ضلالت آتی ہے۔

ترجمہ "بہت سوں کو اور ہدایت دیتا ہے اس کے ذریعے بہت سوں کو"

اور خلق خدا کے لئے بھی یہ طرح طرح کے فتنوں کا باعث اور نت نئی گمراہیوں اور ضلالتوں کا سبب بنتے ہیں اس لئے کہ ان کا سارا قرآنی فکر اس آیت قرآنی کا مصداق بن جاتا ہے۔

ترجمہ:"تو وہ پیچھے پڑتے ہیں متشابہات کے تاکہ فتنہ پیدا کر دیں اور ان کی حقیقت و ماہیت معلوم کریں۔"
(سورۃ آل عمران آیت ۷)

یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سے جنہیں تدبر قرآن کا خاص ذوق عطا ہوا تھا اور جو کئی کئی برس ایک ایک سورت پر غور و فکر اور تدبر و تفہیم میں صرف کر دیتے تھے ان کے بارے میں یہ تصریح ملتی ہے کہ ان کے اس توقف کا اصل سبب یہ ہوتا تھا کہ وہ قرآن کے علم کی تحصیل کے ساتھ ساتھ اس پر پورے پورے عمل کا بھی حتی المقدور اہتمام کرتے تھے اور اس وقت تک آگے نہیں بڑھتے تھے جب تک انہیں یہ اطمینان نہیں ہو جاتا تھا کہ جتنا کچھ انہوں نے سیکھا اور پڑھا ہے اس پر عمل کی توفیق بھی انہیں حاصل ہو گئی ہے۔ آپ شاید یہ معلوم کر کے حیران ہوں کہ صحابہ کرامؓ قرآن کی کسی سورت یا اس کے کسی حصے کے حفظ کا مطلب صرف یہ نہیں سمجھتے تھے کہ اسے یاد کر لیا جائے بلکہ یہ سمجھتے تھے کہ اس کا علم و فہم بھی حاصل ہو جائے اور اس پر عمل کی توفیق بھی بارگاہ رب العزت سے ارزانی ہو جائے اور اس طرح قرآن ان کے فکر و عمل دونوں پر حاوی ہو جائے۔

گویا کہ حفظ قرآن کا مطلب ان کے نزدیک یہ تھا کہ قرآن ان کی پوری شخصیت میں رچ بس جائے اور اس کا نور ہدایت ان کے رگ و پے حتی کہ ریشے ریشے میں سرایت کر جائے۔ نتیجۃً اس کے الفاظ ان کے حافظے میں اس کا علم ان کے ذہن میں اور اس کی تعلیمات ان کے اخلاق و عادات اور سیرت و کردار میں محفوظ ہو جائیں۔ چنانچہ الاتقان

علوم القرآن کی مندرجہ ذیل روایت سے اس ضمن میں رہنمائی حاصل ہوتی ہے۔

ابو عبدالرحمٰن سلمی کہتے ہیں کہ مجھ سے ان لوگوں نے بیان کیا جو قرآن پڑھاتے تھے جیسے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالٰے اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰے وغیرہ کہ ان لوگوں کا دستور یہ تھا کہ اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلّم سے دس آیتیں بھی پڑھ لیتے تھے تو جب تک ان آیات کے تمام علوم و عمل کو اپنے اندر جذب نہ کر لیتے آگے قدم نہ بڑھاتے۔ انہوں نے کہا کہ ہم نے قرآن کے علوم و عمل دونوں کو ایک ساتھ حاصل کیا ہے اور یہی وجہ ہے کہ ایک ایک سورت کے حفظ میں وہ برسوں لگا دیا کرتے تھے۔

اسی عمل کی تکمیلی اور انتہائی کیفیت کا ذکر ہے معلمہ امت ام المومنین حضرت عائشہ بنت ابی بکر رضی اللہ تعالٰے عنہا کے اس غایت درجہ حکیمانہ قول میں جو انہوں نے اس سوال کے جواب میں ارشاد فرمایا تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کی سیرت کیسی تھی؟

"یعنی آپ کی سیرت تعلیمات قرآنی کا مکمل نمونہ تھی اور گویا کہ آپ مجسم قرآن تھے۔"

غرض یہ کہ قرآن سے استفادہ کرنے کی صحیح صورت صرف یہ ہے کہ اس کا جتنا علم و فہم انسان کو حاصل ہو اسے وہ ساتھ کے ساتھ اپنے اعمال و افعال عادات و اطوار اور سیرت و کردار کا جزو بناتا چلا جائے اور اس طرح قرآن مجید مسلسل اس کے خلق میں سرایت کرتا چلا جائے۔ بصورت دیگر اس کا خدشہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم کے اس قول مبارک کے مطابق کہ

"قرآن یا تو تمہارے حق میں حجت بنے گا یا تمہارے خلاف۔"

قرآن کا علم و فہم الٹا انسانوں کے خلاف حجت قاطع اور اس کی بدعملی پر سزا و عقوبت کی شدت میں اضافے کا سبب بن جائے۔

یہاں یہ وضاحت البتہ ضروری ہے کہ عمل بالقرآن کے دو پہلو ہیں ایک انفرادی اور دوسرا اجتماعی۔ قرآن مجید کے ایسے تمام احکام جو انسان کی انفرادی و نجی زندگی سے متعلق ہوں یا جن پر عمل کا اختیار اسے فی الفور حاصل ہو ان کو بجا لانے پر ہر انسان اسی دم مکلف ہو جاتا ہے جس دم وہ اس کے علم میں آئیں اور ان کے معاملے میں تاخیر و تعویق کی شکل میں ملتی ہے حتی کہ قول و کردار اور علم و عمل کا یہ فرق و تفاوت اور کہ یہ کیفیت بالآخر نفاق پر منتج ہوتی ہے یہی حقیقت ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کے اس قول مبارک میں بیان ہوئی کہ

"میری امت کے منافقین کی سب سے بڑی تعداد قراء کی ہے۔"

(واضح رہے کہ یہاں قراء سے مراد معروف معنی میں قاری نہیں بلکہ ان میں وہ عالم بھی شامل ہیں جو قرآن پڑھنے پڑھانے میں مشغول رہتے ہوں لیکن اس پر عمل نہ کریں)

لہذا سلامتی کی راہ ایک ہی ہے اور وہ یہ کہ قرآن

کا جس قدر علم بھی انسان کو حاصل ہو اس پر وہ حتی الامکان فوری طور پر عمل شروع کر دے جبکہ دوسری قسم کے احکام یعنی وہ جو ایسے اجتماعی معاملات سے متعلق ہوں جن پر ایک فرد کو کلی اختیار حاصل نہیں ہوتا تو ان کے بارے میں ظاہر ہے کہ ہر شخص بجائے خود مسئول و مکلف نہیں ہوتا اگرچہ کہ وہ اس پر ضرور مکلف ہے کہ اپنی امکانی حد تک حالات کو بدلنے اور ایسا اجتماعی ماحول برپا کرنے کی سعی و جہد کرے جس میں پورے کا پورا قرآن سمویا جا سکے اور اس کے تمام احکامات کی مکمل تنفیذ کی جا سکے۔ ان حالات میں اس کی یہ کوشش اور جدوجہد "معذرۃً الی ربکم" بموجب اور جب کہا ان میں سے ایک گروہ نے کہ کیوں نصیحت کرتے ہو ایسے لوگوں کو جنہیں اللہ تعالٰے ہلاک یا شدید عذاب میں مبتلا کرنے رہے گا تو انہوں نے جواب دیا تاکہ پروردگار کے یہاں ہمارا عذر قبول ہو اور (پھر) کیا عجب کہ وہ (خدا) سے ڈر ہی جائیں۔ (سورۃ اعراف آیت نمبر ۱۶۴)

اور ان اجتماعی احکامات کی بالفعل تعمیل کی قائم مقام ہو جائے گی لیکن اگر انسان اپنی زندگی کی بقا اور اپنے بال بچوں کی پرورش میں لگا رہے تو اس صورت میں سخت خطرہ ہے کہ قرآن کے انفرادی و نجی نوعیت کے احکام پر عمل بھی اَفَتُؤْمِنُونَ بِبَعْضِ الْكِتٰبِ وَتَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ الی اٰخر کے مصداق گردانا جائے جس کا ترجمہ یہ ہے۔

"تو کیا تم ایمان رکھتے ہو کتاب الہٰی کے
کچھ حصے پر اور کفر کرتے ہو دوسرے
سے" (سورۃ البقرہ آیت نمبر ۸۴)

ان الفاظ مبارک کے بعد جو تہدید قرآن میں وارد ہوئی ہے اس کو پڑھتے ہوئے ہر صاحب دل انسان لازماً کانپ اٹھتا ہے لیکن افسوس کہ ہم نے بعینہ یہی روش اختیار کی اور اسی تہدید کا ایک عملی مظہر بن کر رہے یعنی یہ کہ

"تو جو کوئی تم میں سے یہ روش اختیار کرے اس کی سزا اس کے سوا اور کیا ہو سکتی ہے کہ دنیا میں اسے ذلیل و رسوا کیا جائے اور آخرت میں شدید ترین عذاب میں مبتلا کیا جائے۔"

تو جہاں تک دنیا کی رسوائی کا تعلق ہے اس کا تو ایک عبرت ناک نقشہ آمت مسلمہ پیش کر رہی ہے۔ رہا عذاب اخروی کا معاملہ تو اس کے بھی حقدار بننے میں تو ہم نے کوئی کسر نہیں چھوڑی ویسے اللہ تعالٰے کا فضل و کرم دستگیری فرمائے تو دوسری بات ہے۔

اللہ اکبر! کیسی صادق آتی ہے ہمارے حال پر آنحضور صلعم کی یہ حدیث مبارکہ کہ

"اللہ تعالٰے اس کتاب عزیز کی وجہ
سے کچھ قوموں کو عزت و سربلندی عطا
فرمائے گا اور دوسروں کو ذلت و
نکبت۔"

وہ زمانے میں معزز تھے مسلماں ہو کر
اور ہم خوار ہوئے تارکِ قرآں ہو کر

جس طرح فہمِ قرآن کے لئے قرآن مجید کی وسیع تر اصطلاح "تذکر" ہے اسی طرح قرآن پر عمل کے لئے قرآن کی سب سے جامع اور کثیر الاستعمال اصطلاح احکم بما انزل اللہ ہے۔

"حکم" کے ذیل میں قرآن نے اصل الاصول تو یہ کہ

ترجمہ: "حکم (کا اختیار) سوائے اللہ کے اور کسی کو حاصل نہیں پھر خود قرآن مجید کو حکم قرار دیا"

ترجمہ: اور اسی طرح اتارا ہم نے اسے حکم بنا کر عربی زبان میں اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرض منصبی یہ قرار دیا کہ

"بے شک اتاری ہم نے تجھ پر کتاب حق کے ساتھ تاکہ تو فیصلہ کرے لوگوں کے مابین اس سوجھ کے ساتھ جو اللہ نے تجھ کو عطا فرمائی"

اور سورۃ مائدہ میں دوٹوک فیصلہ سنا دیا کہ

"جو لوگ اللہ کی کتاب کے مطابق حکم نہ کریں وہ کافر، ظالم اور فاسق ہیں"

(۴۴، ۴۵، ۴۶ اور ۴۷)

"حکم" کا مفہوم ایک لفظ میں ادا کرنے کی کوشش کی جائے تو وہ لفظ "فیصلہ" ہی ہو سکتا ہے لیکن اس کی اصل حقیقت کو سمجھنے کے لئے ضروری ہے کہ یہ بات پیش نظر رہے کہ انسان میں اصل اہمیت کی دو چیزیں ہیں۔ ایک اس کا فکر اور دوسرے اس کا عمل، حکم ایک ایسی جامع اصطلاح ہے جو بیک وقت ان دونوں کا احاطہ کرتی ہے اور خاص طور پر ان کے ربط و تعلق کو واضح اور ان کے مقام اتصال کو نمایاں کرتی ہے۔

کوئی خیال یا نظریہ جب انسانی فکر میں ایسا رچ بس جائے کہ اس کی رائے اور فیصلہ یعنی حکم بن جائے تو اس کا عمل خود بخود اس کے تابع ہو جاتا ہے۔

اس حقیقت کو نمایاں کرنے کے لئے قرآن حکیم نے عمل بالقرآن کے لئے حکم بما انزل اللہ کی اصطلاح استعمال کی تاکہ یہ بات واضح ہو جائے کہ قرآن مجید پر عمل درحقیقت اسی وقت ہو سکتا ہے جب انسان کا فکر قرآن کے تابع ہو جائے اور قرآن کا بیان کردہ علم حقیقت انسان کے دل اور دماغ دونوں میں جاگزیں ہو جائے۔ آسمانی کتابوں پر عمل کے لئے قرآن مجید کی دوسری اصطلاح اقامت کی ہے جیسا کہ یہود و نصاریٰ کے متعلق فرمایا گیا کہ:

"اور اگر وہ قائم رکھتے توریت اور انجیل کو اور اس کو جو نازل ہوا ان کی جانب ان کے رب کی طرف سے تو کھاتے اپنے اوپر سے بھی اور اپنے پاؤں کے نیچے سے بھی"

اور اس کے متصلاً بعد یہ فیصلہ سنا دیا گیا کہ

ترجمہ "کہہ دو! اے اہل کتاب جب تک تم
توریت، انجیل اور جو تمہارے رب
کی طرف سے تمہاری جانب نازل کیا
گیا ہے اُسے قائم نہ کرو تم کسی بنیاد
پر نہیں ہو۔"

"حکم" بما انزل اللہ کا تعلق زیادہ تر افراد کے فکر وعمل سے ہے جب کہ اقامت "مَا انزلَ مِن اللہ" سے مراد خاص طور پر اس نظام عدل اجتماعی کا قیام ہے۔ جو کسی اجتماعیت کے شریک افراد اور کسی معاشرے کے مختلف طبقات کے مابین قسط اور عدل وانصاف پر مبنی توازن کا ضامن ہوتا ہے اور جس میں بندھنے کے بعد کسی کے کسی پر ظلم و عدوان اور بغض و طغیان کا امکان باقی نہیں رہتا اور سیاسی جبر یعنی POLITICAL REPRESSION اور معاشی استحصال یعنی ECONOMIC EXPLOITATION سب کے دروازے بند ہو جاتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ سورۃ مائدہ کی آیت نمبر ۶۶ جو ابھی زیر غور آئی تھی اس میں اقامت ما انزل اللہ کے ثمرات کے طور پر عمومی خوشحالی و فارغ البالی کا تذکرہ خاص طور پر کیا گیا ہے۔

اس نظام عدل وقسط کے قیام کا تذکرہ کمال اجمال وغایت اختصار کے ساتھ تو سورۃ حدید کی اس آیت میں ہوا ہے کہ

ترجمہ "ہم نے بھیجے اپنے رسولؐ کھلی نشانیاں
دے کر اور اتاری ان کے ساتھ
کتاب اور میزان تاکہ لوگ سیدھی
طرح انصاف پر قائم رہیں!"

لیکن سورۂ شوریٰ میں اس کا بیان ایسی وضاحت کے ساتھ ہوا ہے کہ اس سے حکم الٰہی اور اقامت دین اور ایمان بالکتاب اور قیام نظام عدل اجتماعی کا باہمی ربط وتعلق بالکل واضح ہو جاتا ہے۔ اس سورت کے دوسرے رکوع میں ایک نہایت حکیمانہ تدریج وترتیب کے ساتھ اس مضمون کی تفاصیل بیان ہوئی ہیں۔ چنانچہ سب سے پہلے وہی اصل الاصول بیان ہوا جس کا تذکرہ میں پہلے کر چکا ہوں یعنی یہ کہ حکم کا اصل اختیار اللہ تعالےٰ کو ہے۔ چنانچہ آیت نمبر ۱۰ میں ارشاد ہوا

"اور جس معاملے میں بھی تمہارے
مابین اختلاف ہو اس کے فیصلے کا
حق اللہ ہی کو ہے۔"

پھر آیت نمبر ۱۳ میں اسی "حکم الٰہی" کے دین وشریعت کی شکل میں ڈھلنے کی تفصیل بیان ہوئی ہے کہ

ترجمہ "راستہ مقرر کر دیا تمہارے لئے دین میں
وہی جس کا حکم دیا تھا نوح کو اور جو
وحی کیا ہم نے تیری طرف اور جس کا حکم
دیا ہم نے ابراہیم موسیٰ اور عیسیٰ کو کہ
قائم رکھو دین اور مت اختلاف میں
پڑو اس کے بارے میں۔"

پھر آیت نمبر ۱۵ میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب کرکے فرمایا گیا۔

ترجمہ" پس تو اسی کی دعوت دے اور قائم رہ جیسا حکم ہوا تجھے اور مت پیچھے چل ان کی خواہشوں کے اور کہہ دے کہ میں ایمان لایا اس کتاب پر جو نازل فرمائی ہے اللہ نے اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ تمہارے مابین عدل کردوں۔"

پھر آیت نمبر ۱۷ میں اس پوری بحث کا خاتمہ ان جامع الفاظ پر ہوا۔

"اللہ ہی تو ہے جس نے اتاری کتاب کامل حق کے ساتھ اور میزان بھی اور تجھے کیا خبر شاید قیامت قریب ہی ہو۔"

سورۃ حدید کی متذکرہ بالا آیت کی طرح سورہ شوریٰ کی اس آیت میں بھی کتاب کے ساتھ میزان کا لفظ وارد ہوا ہے۔ اس کی تشریح میں مولانا شبیر احمد عثمانی نے بڑی جامع بات فرمائی ہے کہ

"اللہ نے مادی ترازو بھی اتاری جس میں اجسام تلتے ہیں اور علمی ترازو بھی جسے عقل سلیم کہتے ہیں اور اخلاقی ترازو بھی جسے صفت عدل و انصاف کہا جاتا ہے اور سب سے بڑی ترازو دین حق ہے جو خالق اور مخلوق کے حقوق کا ٹھیک ٹھیک تصفیہ کرتا ہے اور جس میں پوری بات تلتی ہے نہ کم نہ زیادہ!"

قرآن مجید تشتت و انتشار اور افتراق و اختلاف کا اصل سبب "بغیاً بینھم" کو قرار دیتا ہے۔ چنانچہ سورہ شوریٰ کے اس دوسرے رکوع میں بھی "ولا تتفرقوا فیہ" کے تاکیدی حکم کے بعد آیت نمبر ۱۴ میں تفرقہ و انتشار کا سبب یہ بیان کیا گیا ہے کہ

"اور نہیں تفرقے میں پڑے مگر اس کے بعد کہ ان کے پاس "العلم" پہنچ چکا ہے ایک دوسرے پر زیادتی کرنے کی غرض سے۔"

دین حق اور اللہ کی نازل کردہ کتاب اور میزان کی اقامت سے اس وطغیان کی تمام راہیں مسدود ہو جاتی ہیں پھر کے لئے یہ موقع رہتا ہے کہ وہ "ارباب من دون اللہ" بن کر بیٹھ سکیں نہ سرمایہ "دولۃ بین الاغنیاء منکم" کی صورت اختیار کر سکتا ہے نہ ہی کسی سیاسی جبرو استبداد کا موقع باقی رہتا ہے بلکہ تمام انسان اللہ کے بندے اور آپس میں بھائی بھائی بن جاتے ہیں اور ان کے اولوالامر کا فرض یہ قرار پاتا ہے کہ وہ ہر ضعیف کو قوی سمجھیں جب تک اس سے حق وصول نہ کر لیں۔ آقامت بالقسط من اللہ کے ذریعے ایسے عادلانہ و منصفانہ نظام اجتماعی کا قیام کتاب الٰہی کے ماننے والوں کا وہ فرض ہے جس پر وہ باحیثیت مجموعی مکلف ہیں اور جس کے بارے میں جواب دہی کی مکر ابہی

کرنی چاہیئے یہی وجہ ہے کہ سورہ شوریٰ میں اس سلسلہ مضمون کے آخر میں یہ فرما کر کہ کیا عجب کہ قیامت قریب ہی ہو متنبہ کر دیا گیا ہے کہ کتاب اور میزان کے حقوق کی ادائیگی کی جلد فکر ایسا نہ ہو کہ تم لیت ولعل اور تاخیر و تصدیق ہی میں پڑے رہو اور آخری حساب کتاب کی گھڑی آن کھڑی ہو اور اللہ کی کتاب اور میزان کا حق صرف اس طرح ادا ہو سکتا ہے کہ بمصداق لیقوم الناس بالقسط اور وَ اُمِرتُ لاعدل بینکم اس نظام عدل اجتماعی کو عملاً قائم کر دیا جائے جو اللہ نے دین و شریعت کی صورت میں عطا فرمایا ہے۔

پوچھا جا سکتا ہے کہ کتاب الٰہی کے اس حق کی ادائیگی کے لئے کیا عملی تدابیر اختیار کی جائے؟ اگرچہ یہ موضوع میری اس وقت کی گفتگو سے براہ راست متعلق نہیں، تاہم یہ اشارہ مناسب بلکہ ضروری ہے کہ اقامت دین اور قیام نظام عدل قرآنی کی جدوجہد کی دنیا کی کسی دوسری سیاسی، معاشی یا معاشرتی تحریک پر قیاس کرنا نہایت غلط اور اس کا عملی نقشہ کسی دوسری تحریک سے اخذ کرنا سخت مضر ہی نہیں انتہائی مہلک ہے۔ جس طرح ایک فرد میں اسلام کی مطلوبہ تبدیلی کا ایک ہی راستہ ہے اور وہ یہ کہ پہلے قرآن کو اس کے دل و دماغ میں اتارا جائے تاکہ اس کا ذہن و فکر اور جذبات و احساسات سب قرآن کے تابع ہو جائیں۔ نتیجتاً اس کا عمل از خود قرآن کے تابع ہو جائے گا اسی طرح کسی ہیئت اجتماعی میں بھی اسلامی انقلاب صرف اس طرح برپا کیا جا سکتا ہے کہ پہلے اس کے ذہین اور سوچنے اور سمجھنے والے طبقات قلوب واذہان نور قرآن سے منور ہوں اور ان کے فکر و نظر میں قرآنی انقلاب برپا ہو جائے۔ کسی ہیئت اجتماعیہ کے اصحاب علم و فکر کے طبقے میں ایمان و یقین کا ایک مضبوط مرکز قائم ہو جائے تو پھر اس سے نور ایمان اور بصیرت دینی ان دوسرے طبقات میں لازماً سرایت کریں گے جو جسد اجتماعی میں اعضاء و جوارح کی حیثیت رکھتے ہیں اور رفتہ رفتہ پوری اجتماعیت نور ایمان سے جگمگا اٹھے گی اور پورے کا پورا دین اپنے مکمل نظام عدل اجتماعی سمیت عملاً قائم ہو سکے گا۔ اس ایک راہ کے سوا اقامت دین کی کوئی اور راہ موجود نہیں اور یہ خیال تو بالکل ہی خام اور اوھن البیوت العنکبوت کا کامل مصداق ہے کہ کسی مسلمان قوم کے اسلام کے ساتھ ایک موروثی مذہب کی حیثیت سے جذباتی لگاؤ اور تعلق کو مشتعل کر کے ایک سیاسی تحریک برپا کر دینے سے قرآن کا نظام قائم کیا جا سکتا ہے بہرحال یہ ایک جملہ معترضہ تھا۔ اصل بات جو اس وقت عرض کرنی مقصود ہے یہ ہے کہ قرآن مجید پر عمل یعنی حکم بما انزل اللہ اور اقامت ما انزل من اللہ قرآن مجید کا وہ حق ہے جو ہر مسلمان پر اس کی انفرادی حیثیت میں اور پوری امت مسلمہ پر اجتماعی اعتبار سے عاید ہوتا ہے اور جس کی ادائیگی کی فکر ہم میں سے ہر شخص کو انفرادی طور پر اور پوری امت کو اجتماعی طور پر کرنی چاہیئے۔

سید ہلال جعفری

نعت

وہ بھی دن آئے گا رُخ ان کا ادھر بھی ہوگا
ان کے جلووں سے منور میرا گھر بھی ہوگا

ان کی رحمت سے دعاؤں میں اثر بھی ہوگا
کعبہ دیکھوں گا مدینے کا سفر بھی ہوگا

پیکرِ نورِ الٰہی ہو سراپا جس کا
کیسے اس نور کو کہدوں کہ بشر بھی ہوگا

چل وہاں سجدوں کی تقدیر بدل جائیگی
در بھی ہوگا وہاں خود صاحبِ در بھی ہوگا

ساقیٔ کوثر و تسنیم کے متوالوں کو
جام کے ساتھ عطا کیفِ نظر بھی ہوگا

وقتِ معراج کی تصدیق کریگا اِک دن
ایک پل میں کبھی صدیوں کا سفر بھی ہوگا

آج ہے تو فلکِ نعت پہ گو مثلِ ہلالؔ
وہ بھی دن آئے گا نورِ رشکِ قمر بھی ہوگا

محفل سجی ہے شاہ جماعت کے لال کی

کیا خوب ہے کیا خوب یوم اولو العرب!
طاری ہے قلب و روح پر اک کیفیت عجب
مجمع ہے عاشقوں کا یہ باذوق باادب
جلوہ فگن ہیں حیدرِ ذی شان خوش لقب

تصویر ہیں یہ ہاشمی حسن و جمال کی !
روحِ رواں ہیں حیدری جاہ و جلال کی
محفل سجی ہے شاہِ جماعت کے لال کی
اپنی مثال آپ ہیں یہ ہاشمی نسب

توصیف آپ کی بھلا کیونکر بیان ہو
جس آلِ پاک کا خدا خود ترجمان ہو
سچ پوچھیئے تو باخدا محفل کی جان ہو
نقشِ قدم پہ آپ کی قربان ہیں یہ سب

شمع ہیں، گلعذار ہیں حیدر حسین شاہ
اور حق سے ہمکنار ہیں حیدر حسین شاہ
اظہر کے غمگسار ہیں حیدر حسین شاہ
یہ ان کی آل ہیں کہ جو دیتے ہیں بے طلب

اظہر نقشبندی
جماعتی

سید ہلال جعفری

نعت

جیئوں تو فکر میں جلوہ گہِ حجاز رہے ! مروں تو سامنے ان کا حریم ناز رہے

خوشا وہ درد کہ تو جس کا چارہ ساز رہے خوشا وہ قلب کہ جس میں ترا گداز رہے

جبینِ شوق کا ہر سجدہ سرفراز رہے ! تیرا خیال اگر شاملِ نماز رہے

ہمارے پردۂ عصیاں کا راز، راز رہے تمہارا دامنِ رحمت یونہی دراز رہے

اگر خیال حضوری بھی ہم سے چھن جائے حضور ہجر میں جینے کا کیا جواز رہے

الٰہی صاحبِ و اللیل ہیں تصور میں کچھ اور لذتِ احساسِ غم دراز رہے

ازل سے طالب و مطلوب ایک ہیں دونو نہ امتیاز رہا ہے نہ امتیاز رہے

حجابِ نور نہ ہو گر رُخِ حقیقت پر کہاں مجاز کہاں صاحبِ مجاز رہے

وہ بامِ نور سے برسا رہے ہیں جلوۂ ناز

ہلالؔ پھیلا ہوا دامنِ نیاز رہے

— مولٰنا محمد اشرف عثمانی — نادرروال

بِسْمِ اللّٰہ کی شان

(قسط دوم)

لفظ اللّٰہ کی خصوصیات

تفسیر کبیر میں بسم اللہ کی تفسیر میں فرمایا کہ لفظ اللہ میں چند خصوصیتیں ہیں۔ ایک یہ کہ لفظ اللہ رب تعالٰی کی ذات پر دلالت کرتا ہے۔ حرفوں کا محتاج نہیں۔ الف کو گرا دو تو لِلّٰہ رہ جاتا ہے وہ بھی ذات کو بتاتا ہے۔ حق تعالٰی فرماتا ہے: وَلِلّٰہِ جنود السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۔ اگر اس کا پہلا لام بھی گرا دو تو لَہٗ کی شکل پر رہتا ہے، یہ بھی اسی ذات کو بتا رہا ہے فرمایا: لَہُ الملك ولہ الحمد — پھر اگر دوسرا لام بھی گرا دو تو فقط ہٗ باقی رہتا ہے۔ وہ بھی ذات کو بتا رہا ہے — جیسے لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ۔ تو جس طرح اس کا نام حروف کا محتاج نہیں ایسے ہی اس کی ذات بھی کسی کی محتاج نہیں۔

بِسْمِ اللّٰہ کے فضائل

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ کے فضائل بے شمار ہیں جس میں سے کچھ زیر نظر کرتا ہوں۔ کہ بسم اللہ قرآن پاک کی کلید ہے بلکہ یہ دینی اور دنیوی ہر جائز کام کی کنجی ہے جو کام اس کے بغیر کیا جائے تو وہ ناقص رہتا ہے۔ تفسیر روح البیان شریف نے بسم اللہ کے تحت ایک حدیث شریف نقل فرمائی ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم معراج میں تشریف لے گئے — اور جنتوں کی سیر فرمائی — تو وہاں چار نہریں ملاحظہ فرمائیں: ایک پانی کی دوسری دودھ کی تیسری شراب کی اور چوتھی شہد کی۔ جبریل امین سے دریافت کیا کہ یہ نہریں کہاں سے آرہی ہیں — تو حضرت جبریل نے عرض کی مجھے اس کی خبر نہیں۔ دوسرے فرشتے نے آکر عرض کی کہ ان چاروں کا چشمہ میں دکھاتا ہوں۔ وہ ایک ایسی جگہ لے گیا جہاں ایک درخت تھا جس کے نیچے ایک عمارت بنی ہوئی تھی اور دروازے پر قفل پڑا تھا۔ اور اس کے نیچے سے یہ چاروں نہریں نکل رہی تھیں۔ ارشاد فرمایا۔ دروازہ کھولو، عرض کی اس کی چابی میرے پاس نہیں بلکہ آپ کے پاس ہے یعنی بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ حضور پاک صاحب لولاک نے بسم اللہ پڑھ کر تالے کو ہاتھ لگایا۔ دروازہ کھل گیا۔ اندر جا کر دیکھا گیا

کہ اس عمارت کے اندر چار ستون ہیں اور ہر ستون پر بِسْمِ اللّٰہ لکھی ہے۔ اور بسم اللّٰہ کی میم سے پانی جاری ہے اور اللّٰہ کی ہ سے دودھ جاری ہے۔ رحمٰن کی میم سے شراب اور رحیم کی میم سے شہد جاری ہے۔ اندر سے آواز آئی: اے میرے محبوب! آپ کی امت سے جو کوئی شخص بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم پڑھے وہ ان چاروں کا مستحق ہوگا۔

تفسیر کبیر شریف میں بسم اللّٰہ کی تفسیر میں لکھا ہے کہ فرعون نے خدائی کے دعوٰے سے پہلے ایک مکان بنایا تھا اور اسکے بیرونی دروازہ پر بسم اللّٰہ لکھی تھی۔ جب دعوٰئے خدائی کیا اور موسٰے علیہ السلام نے اس کو تبلیغ اسلام کی اور اس نے قبول نہ کی تو موسٰے علیہ السلام نے اس کے حق میں بد دعا کی وحی آئی کہ اے موسٰی (علیہ السلام) یہ ہے تو اسی قابل کہ اس کو ہلاک کیا جائے لیکن اسکے دروازے پر بسم اللّٰہ لکھی ہے جس کی وجہ سے وہ عذاب سے بچا ہوا ہے۔ اسی وجہ سے فرعون پر گھر میں عذاب نہ آیا۔ بلکہ گھر سے نکال کر دریائے نیل میں غرق کر دیا گیا۔

سبحان اللّٰہ! جب ایک کافر کا گھر بسم اللّٰہ کی وجہ سے بچ گیا۔ تو ایک مسلمان اس کو اپنے دل و زبان پر لکھ لے تو کیوں نہ عذاب الٰہی سے محفوظ رہے گا۔ عمارتوں کے دروازوں پر۔ مُردوں کے کفن پر پیشانی پر قبروں پر اسی لیے بسم اللّٰہ لکھی جاتی ہے کہ عذاب الٰہی سے محفوظ رہے مگر خیال رہے کہ ان الفاظ کی بے ادبی نہ ہونے پائے۔

تفسیر عزیزی میں بسم اللّٰہ کے فوائد میں لکھا ہے کہ ایک ولی اللّٰہ نے مرتے وقت وصیت کی تھی کہ میرے کفن میں بسم اللّٰہ لکھ دینا۔ لوگوں نے وجہ پوچھی تو انھوں نے جواب دیا کہ یہ قیامت کے دن میری دستاویز ہوگی جس کے ذریعے سے میں رحمت الٰہی کی درخواست کروں گا۔

تفسیر کبیر میں ہی ہے کہ بسم اللّٰہ کے انیس حروف ہیں اور دوزخ پر عذاب کے فرشتے بھی انیس ہیں۔ پس امید ہے کہ اس کے ایک ایک حرف کی برکت سے ایک ایک فرشتے کا عذاب دور ہوگا۔ دن رات میں چوبیس گھنٹے ہوتے ہیں۔ پانچ گھنٹے نمازیوں کے لیے اور انیس گھنٹے کے لیے بسم اللّٰہ کے ۱۹ حرف عطا فرمائے گئے۔ جو بسم اللّٰہ کا ورد کرتا رہے گا۔ انشاء اللّٰہ اس کا ہر گھنٹہ عبادت میں شمار ہوگا اور ہر وقت کے گناہ معاف ہوں گے۔

بسم اللّٰہ کے فوائد تفسیر کبیر و عزیزی نے کچھ نقل کئے ہیں۔ پہلا فائدہ: جو شخص اپنی بیوی کے پاس جاتے وقت بسم اللّٰہ پڑھے تو اسمیں شیطان شریک نہ ہوگا اور اگر اس جماع سے حمل ٹھہر جائے تو اس حمل کا بچہ اپنی زندگی میں جسقدر سانس لے گا اسی قدر اس کے باپ کے اعمال میں نیکیاں لکھی جائیں گی۔

جو شخص کسی جانور پر سوار ہوتے وقت بسم اللہ اور الحمد للہ پڑھے تو اس جانور کے ہر قدم پر اس سوار کے حق میں ایک نیکی لکھی جائے گی۔ جو شخص کشتی میں سوار ہوتے وقت بسم اللہ پڑھے جب تک وہ کشتی میں سوار رہے گا اس کے واسطے نیکیاں لکھی جائیں گی۔ جو بیمار بسم اللہ پڑھ کر دوا پیئے گا انشاء اللہ دوا فائدہ دے گی۔

حکایت ایک دفعہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پیٹ میں سخت درد ہوا۔ حق تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کیا تو ارشاد ہوا کہ جنگل کی فلاں بوٹی کھاؤ۔ چنانچہ آپ نے وہ کھائی فوراً آرام ہو گیا۔ کچھ دنوں بعد پھر وہی بیماری ہوئی۔ موسیٰ علیہ السلام نے پھر وہی دوا استعمال کی مگر درد میں زیادتی ہوئی۔ جناب باری میں عرض کی کہ الٰہی یہ کیا بھید ہے کہ دوا ایک مگر تاثیریں دو کہ پہلی بار اس نے شفا دی اور اس دفعہ بڑھ گئی۔ ارشاد الٰہی ہوا اے موسیٰ (علیہ السلام) اس بار تم میری طرف سے بوٹی کے پاس گئے اور اس دفعہ اپنی طرف سے۔ اے موسیٰ شفا تو میرے نام سے ہے۔ میرے نام کے بغیر دنیا کی ہر چیز زہر قاتل ہے اور میرا نام اس کا تریاق ہے۔

حکایت حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایک قبر پر گذرے دیکھا کہ اس میت پر سخت عذاب ہو رہا ہے۔ یہ دیکھ کر چند قدم آگے تشریف لے گئے اور وہاں سے استفسار کر کے واپس آئے آپ پھر اس قبر پر گذرے تو دیکھا کہ قبر میں نور ہی نور ہے اور وہاں رحمت الٰہی کی بارش ہو رہی ہے۔ آپ بہت حیران ہوئے اور بارگاہ الٰہی میں عرض کی کہ مجھے اس کا بھید بتایا جائے۔ ارشاد ہوا: کہ روح اللہ! یہ شخص سخت گنہ گار اور بدکار تھا اس وجہ سے عذاب میں گرفتار تھا۔ لیکن اس نے اپنی بیوی حاملہ چھوڑی تھی۔ اس کے ہاں لڑکا پیدا ہوا۔ اور آج اس کو مکتب میں بھیجا گیا۔ استاد نے اس کو بسم اللہ پڑھائی۔ ہمیں حیا آئی کہ میں زمین کے اندر اس شخص کو عذاب دوں جبکہ اس کا بچہ زمین پر میرا نام لے رہا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ بچوں کی نیکی سے ماں باپ کی نجات ہو جاتی ہے

حضرت نوح علیہ السلام نے کشتی میں سوار ہوتے وقت پڑھا تھا: بسم اللہ مجرھا و مرسٰھا ان ربی لغفور الرحیم۔ اس کی وجہ سے ان کا بیڑا پار ہوا۔ تو جو شخص کشتی میں سوار ہوتے وقت یہ دعا پڑھے تو خدا چاہے وہ ڈوبنے سے بچ جائے گا۔ جب آدھی بسم اللہ سے بیڑے پار لگتے ہیں تو پوری بسم اللہ میں کیا کیا برکت ہو گی۔

حضرت سلیمان علیہ السلام نے جب بلقیس کو پہلا خط لکھا تو اس میں لکھا کہ انہ من سلیمان وانہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم o اس کی برکت سے بلقیس آپ کے نکاح میں آئی اور اس کا پورا ملک بھی حضرت سلیمان علیہ السلام کے قبضے میں آیا۔

غور تو کرو اس سورت تو بہ میں بسم اللہ نہیں لکھی گئی۔ اسی طرح ذبح کے وقت پوری بسم اللہ نہیں پڑھتے بلکہ یوں کہتے ہیں بِسْمِ اللّٰہِ اَللّٰہُ اَکْبَرُ۔ اس میں حکمت یہ ہے کہ سورت توبہ میں اول سے آخر تک جہاد اور قتال کا ذکر ہے اور یہ کافروں پر قہر ہے۔ اسی طرح ذبح میں بھی جانور کی جان لی جاتی ہے۔ یہ بھی جبر و قہر کا وقت ہوتا ہے اس وقت رحمت کا ذکر نہ ہوا تو سبحان اللہ جو شخص بسم اللہ کا ورد کرے گا تو ان شاء اللہ خدا کے غضب سے محفوظ رہے گا۔

حضرت خالد بن ولید کے پاس کوئی شخص زہر لایا اور کہا کہ اگر آپ اس زہر کو پی کر صحیح سلامت رہے تو ہم جان لیں گے کہ اسلام سچا مذہب ہے۔ آپ نے بسم اللہ کہہ کر وہ زہر پی لیا اور خدا کے فضل سے کچھ اثر نہ ہوا۔ وہ شخص یہ دیکھ کر اسلام لے آیا۔

بادشاہ روم ہرقل نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں ایک خط لکھا کہ مجھے سر درد کی بہت شکایت رہتی ہے کچھ علاج کیجئے۔ آپ نے اس کے پاس ایک ٹوپی بھیج۔ جب بادشاہ وہ ٹوپی اوڑھ لیتا تو درد دور ہو جاتا اور جیسے اتارتا تو درد شروع ہو جاتا۔ اس کو سخت تعجب ہوا۔ اس نے ٹوپی کو کھول کر دیکھا تو اس میں ایک پرچہ رکھا تھا جس پر بسم اللہ الرحمن الرحیم لکھا تھا۔ غرض یہ کہ بسم اللہ کے بے شمار فائدے ہیں۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہم تو ہزار مرتبہ بسم اللہ پڑھتے ہیں مگر کچھ فائدہ نہیں ہوتا۔ حضرت خالد نے بسم اللہ پڑھ کر زہر پی لیا۔ لیکن اگر ہم بسم اللہ پڑھ کر کوئی بھاری غذا کھا لیں تو نقصان پہنچا دیتی ہے۔

جواب: تمام دعائیں اور وظیفے مثل کارتوس کے ہیں اور پڑھنے والے کی زبان بندوق۔ کارتوس یقیناً شیر کو مارتا ہے مگر کب؟ جب اچھی رائفل سے استعمال کیا جائے۔ دعائیں تو وہی ہیں لیکن ہماری زبانیں صحابہ کرام کی نہیں۔ ہم روزانہ اس زبان سے جھوٹ غیبت کہتے ہیں۔ اس لئے تاثیر جاتی رہتی ہے۔ اللہ تعالےٰ عمل کی توفیق دے آمین

فرمایا رسول اکرمؐ نے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شیطان نے کہا اے رب مجھ کو تیری عزت کی قسم ہے میں تیرے بندوں کو گمراہ کرتا رہوں گا جب تک ان کی روحیں ان کے جسموں میں ہیں۔

رب تعالےٰ نے فرمایا مجھ کو میری عزت اور جلال کی قسم اور اپنے بلند مرتبہ کی قسم ہے کہ میں ان کو بخشوں گا جب تک وہ مجھ سے بخشش مانگتے رہیں گے۔ روایت کیا اس کو ترمذی اور ابن ماجہ نے۔ (مشکوٰۃ)

نیک بختی اور بد بختی کی علامات

نیک بختی کی گیارہ علامتیں ہیں۔ اول یہ کہ دنیا اور آخرت کی رغبت رکھنے والا نہ ہو۔ دوم یہ کہ اس کی ہمت عبادت اور تلاوت قرآن میں مصروف ہو۔ سوم یہ کہ فضول باتوں سے پرہیز کرنے والا ہو۔ چہارم یہ کہ پنجگانہ نماز کا پابند ہو۔ پنجم یہ کہ حرام سے بچنے والا ہو۔ تھوڑا ہو یا بہت ایسے ہی مشتبہ اور مشکوک چیز سے بھی بچنے والا ہو۔ ششم یہ کہ نیکوں کا ہم نشین ہو اور ان کا دوست ہو۔ ہفتم یہ کہ متواضع ہو فخر کرنے والا مغرور اور متکبر نہ ہو۔ ہشتم یہ کہ سخی اور کریم ہو۔ نہم یہ کہ اللہ کی مخلوق پر رحم کرنے والا ہو۔ دہم یہ کہ لوگوں کو نفع پہنچانے والا ہو۔ یازدہم یہ کہ موت کو یاد رکھنے والا ہو۔

بد بختی کی بھی گیارہ علامات ہیں اول یہ کہ اس کو مال جمع کرنے کی حرص ہو۔ دوم یہ کہ شہوات اور لذت دنیا کا طالب ہو۔ سوم یہ کہ بہت بولنے والا ہو اور بے حیائی کی باتیں کرنے والا ہو۔ چہارم یہ کہ نماز ادا کرنے میں سستی کرے۔ پنجم یہ کہ اس کا کھانا اور پینا حرام اور مشتبہات سے ہو۔ اور بڑے لوگوں کے ساتھ بیٹھنے والا ہو۔ ششم یہ کہ بد خلق ہو۔ ہفتم یہ کہ اترانے والا اور فخر کرنے والا اور متکبر ہو۔ ہشتم یہ کہ لوگوں کو اس سے نفع نہ ہو۔ نہم یہ کہ اس کو مسلمانوں پر رحم نہ آئے۔ دہم یہ کہ کنجوس ہو۔ یازدہم یہ کہ موت سے غافل ہو۔

بخدمت یاران طریقت

رسالہ انوار الصوفیہ حضرت امیر ملت مجدد دین کی یادگار ہے۔ اگر آپ اس یادگار کو قائم رکھنا چاہتے ہیں تو مبلغ -/۲۰ روپے چندہ فوراً ارسال کریں۔ اس کے علاوہ زکوٰۃ عشر کی زیادہ سے زیادہ امداد کریں رسالہ کی مالی حالت کمزور ہو گئی ہے یاران طریقت رسالہ ملتے ہی امدادی رقوم ارسال کریں۔ اپنے حلقہ احباب سے نئے خریدار بنائیں اور ہمیں اطلاع دیں۔ (شکریہ)

حیات غوث اعظم رضی اللہ عنہ کا

ایک ورق

حکام و امراء سے برتاؤ اور حق گوئی و دلیری

حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ نہایت راست باز، حق گو، منہ پر کہنے والے اور لگی لپٹی رکھے بغیر صاف صاف کہنے والے تھے اور جب کہتے تھے پوری جرأت اور دلیری کے ساتھ کہتے تھے۔ اور کہتے وقت کسی کی حیثیت و امارت کا آپ پر قطعاً کوئی اثر نہ ہوتا تھا۔ بری بات سے روکنا اور نیک امر کی ہدایت کرنا آپ کا شعار عمل تھا چوکتے ہی نہ تھے۔ کسی کی کوئی بات دیکھ لیں اور وہ بری ہو پھر خواہ اس کی حیثیت کتنی ہی بلند ہو وہ کتنا ہی بڑا منصب رکھتا ہو کوئی لحاظ نہ کرتے تھے۔ فوراً کہتے اور روکتے تھے۔

آپ کے عہد میں ابوالوفا یحییٰ ابن سعید ایک امیر تھا۔ جس نے اپنے ظلم و ستم کے باعث بہت شہرت حاصل کر لی تھی۔ خلیفہ المقتفی لامر اللہ کا زمانہ تھا۔ خلیفہ نے اسے اپنے شہر کا قاضی بنا دیا لوگوں نے آپ کو اطلاع دی۔ آپ اسی وقت منبر پر چڑھے، خطبہ دیا اور خلیفہ کو مخاطب کر کے اعلان کیا کہ "اے خلیفہ! تو نے ایک بہت بڑے ظالم اور ستمگار شخص کو منصب قضا پر مامور کیا ہے جس سے کوئی بھی خوش نہیں اور جسے لوگ ہرگز پسند نہیں کرتے۔ بتا کل بروز حشر خدائے ذوالجلال کو جو اپنی مخلوق پر بے حد مہربان ہے۔ تو اپنے اس فعل و عمل پر کیا جواب دے گا۔ خلیفہ نے جو یہ سنا تو اس کے جسم پر لرزہ طاری ہو گیا۔ کانپ اٹھا۔ آنکھوں سے آنسو نکل آئے اور اسی وقت فرمان لکھا کہ ابوالوفا یحییٰ کو منصب قضا سے معزول کر دیا جائے۔

دربار غوثیت میں ہر رتبہ و حیثیت کے لوگ آتے اور آپ سب سے یکساں سلوک کرتے اور سب سے نہایت شفقت سے ملتے اور گفتگو کرتے۔ اس میں کوئی تخصیص نہ تھی۔ امراء و سلاطین آپ کے بلانے کی آرزو ہی میں رہتے تھے مگر آپ کبھی ان کے دروازہ پر نہ جاتے تھے۔ عمر بھر میں صرف ایک دفعہ آپ نے ان کے ہاں کھانا کھایا ہے۔ ان کے یہاں سے نذرانے کے طور پر آپ کو جو فرش وغیرہ بھیجے جاتے۔ آپ ان

پر بھی نہ بیٹھتے تھے۔ آپ کے لئے خلیفہ کے یہاں سے ہر سال ایک خلعت آیا کرتا تھا۔ آپ اسے نہ رکھتے تھے نہ خود لیتے تھے بلکہ دوسروں کو دلوا دیتے تھے۔

بڑا دربار تھا اور بڑی مجلس بڑے بڑے ذی حشم و ذی اقتدار لوگ جن کے ایک اشارہ ابرو پر ہزار ہا زندگیوں کی موت و زیست کا سوال پیدا ہو جاتا تھا اور جن کے نام سے سلطنت کے افراد کانپ اٹھتے تھے۔ آپ کے یہاں برابر حاضر ہوتے رہتے تھے۔ خلفاء، سلاطین، وزراء اور امراء سب ہی زیارت کے لئے آتے تھے۔ مگر آپ کبھی کسی کی تعظیم کے لئے کھڑے نہ ہوتے تھے۔ جب کسی کی آمد ہوتی تو آپ باہر سے اُٹھ کر اندر چلے جاتے اور بعد کو باہر آتے تاکہ تعظیم نہ دینی پڑے . . . کیونکہ امراء کی تعظیم کے لئے کھڑا ہونا آپ فقیری و فقر کی توہین سمجھتے تھے۔ وہ جب آتے تو آپ کے ہاتھوں کو بوسہ دے کر آپ کے سامنے مؤدب بیٹھ جاتے۔ آپ انہیں بڑی بڑی نصیحتیں کرتے سختی سے سمجھاتے اور اکثر سخت پکڑتے وہ ادب سے برابر خاموش رہتے۔

ایک مرتبہ خلیفۃ المقتفی لامر اللہ نے وزیر ابن ہبیرہ سے شکایت کی کہ شیخ عبد القادر برابر میری توہین اور ہتک کرتے رہتے ہیں۔ آپ کے مہمانخانہ میں جو کھجور کا درخت ہے آپ اسے میری طرف اشارہ کرکے فرماتے ہیں۔

"کھجور کے درخت سرکشی نہ کر ورنہ میں تیرا سر اڑا دوں گا۔"

تم ان کے پاس تنہائی میں جاؤ اور میری طرف سے ان کو کہو کہ خلیفہ وقت سے آپ کا تعرض کرنا مناسب نہیں، علی الخصوص اس حالت میں کہ آپ کو خلافت کے حقوق کا علم ہے۔

ابن ہبیرہ دربار غوثیت میں پہنچے اور تنہائی کے انتظار میں خاموش بیٹھ گئے۔ آپ مصروف گفتگو تھے کہ اسی دوران میں آپ نے فرمایا:

"بے شک میں اس کا سر کاٹوں گا۔"

ابن ہبیرہ سمجھ گئے کہ یہ اشارہ ان کی طرف ہے وہ خاموشی سے اٹھے اور جو کچھ دیکھا اور سنا تھا آکر خلیفہ سے کہدیا اور آبدیدہ ہو کر عرض کی کہ فی الواقع شیخ کی نیک نیتی میں شبہ نہیں۔ آخر خلیفہ خود دربار غوثیت میں حاضر ہوا اور مؤدب بیٹھ گیا۔ آپ نے اُسی وقت خلیفہ کو بہت نصیحت کی۔ خدا کے خوف سے ڈرایا اور ظلم سے بچنے کی ہدایت کی۔ یہاں تک کہ خلیفہ کے رخساروں سے آنسو بہنے لگے۔ اب بھلا کہاں تاب تھی۔ دیکھتے ہی بے چین ہو گئے اور پھر اس سے شفقت اور مہربانی سے باتیں کرنے لگے۔

دیکھی آپ نے بارگاہ فقر کی عظمت کہ سلطنت اسلامیہ کا واحد مالک فرمانروائے بغداد جس کے سامنے کروڑوں کی گردنیں جھکی رہتی ہیں اور کسی کی مجال نہیں کہ وہ اپنی نگاہیں

اس کے سامنے اونچی کرے) وہی دربارِ غوثیت میں نہ صرف حاضر ہے بلکہ مؤدب بیٹھا ہوا ہے اور اپنی شاہی آنکھوں سے آنسو بہا رہا ہے۔ اسی خلیفہ کو آپ نے حکم دے کر قاضی ابو الوفا یحیٰی کو معزول کرا دیا تھا۔ جب آپ اسے خط لکھتے تو اس طرح لکھتے:

"عبدالقادر تمہیں حکم دیتا ہے کہ فلاں کام کرو، گو اس پر تمہارے خلیفہ ہونے کی وجہ سے اطاعت واجب ہے۔"

جب خلیفہ کے پاس حضرت غوثیت مآب کا نامہ پہنچتا تو وہ اسے چومتا آنکھوں سے لگاتا اور کہتا بے شک شیخ سچ فرماتے ہیں۔

اسی خلیفہ کا بیٹا المستنجد باللہ سریر آرائے خلافت ہوا تو وہ دربارِ غوثیت میں نصیحت سننے کے لئے حاضر ہوا۔ اور زرِ نقد کی دس تھیلیاں بطورِ نذرانہ پیش کیں۔ انہیں آپ نے لینے سے انکار کر دیا۔ جب خلیفہ نے اصرار کیا تو آپ نے ان میں سے دو تھیلیاں اُٹھالیں اور اس کے سامنے انہیں دونوں ہاتھوں سے نچوڑا۔ تو ان میں سے خون ٹپکنے لگا۔ اُسی وقت آپ نے خلیفہ سے کہا تمہیں شرم نہیں آتی۔ اللہ تعالےٰ سے ڈرتے نہیں کہ لوگوں کا خون کر کے تم اس مال کو میرے سامنے لائے ہو۔ خلیفہ المستنجد باللہ یہ دیکھ کر بے ہوش ہو گیا۔ پھر آپ فرمانے لگے کہ اگر رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اس کے نسب کے متصل ہونے کی عزت و حرمت کا مجھے پاس نہ ہوتا تو میں اس خون کو اس کے محلوں تک بہا دیتا۔

ایک مرتبہ اسی خلیفہ نے دربارِ غوثیت میں حاضر ہو کر آپ سے کرامت کی خواہش ظاہر کی۔ فرمانے لگے کیا چاہتے ہو؟ خلیفہ نے سیب کی خواہش ظاہر کی۔ اُس وقت سیب کی فصل نہ تھی۔ آپ نے ہاتھ جو اُوپر اٹھایا تو اس میں دو سیب آگئے۔ آپ نے ایک خلیفہ کو دے دیا اور ایک خود لے لیا۔ اور جب اسے توڑا تو اس سے مشک و عنبر کی خوشبو نکل کر پھیل گئی۔ خلیفہ نے بھی عجلت سے اپنا سیب توڑا مگر دیکھا تو اس میں کیڑے پڑے ہیں۔ خلیفہ نے سبب پوچھا تو فرمایا کوئی تعجب کی بات نہیں۔ ایک کو ولائت کے ہاتھ نے چھوا، دوسرے کو ظلم کے ہاتھ نے۔ اسی لئے اس کے اندر سے کیڑے نکلے۔

(رضی اللہ تعالےٰ عنہ)

رسول اللہ صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا جو عورت بغیر کسی وجہ کے طلاق کا سوال کرے اس پر جنت کی بو حرام ہے۔

از کجا ست تا بہ کجا

حضرت فضیل بن عیاض کی تاریخی داستانِ حیات

از عبد الحئی فاروقی ایم اے عربی ایم اے معاشیات ریسرچ اسکالر

فضیل بن عیاض اپنے عہد کے ایک خدا رسیدہ بزرگ تھے۔ معرفت اور حق شناسی تقوی اور پرہیزگاری میں یکتائے روزگار تھے۔ آپ کی حیات مبارکہ بڑی عبرت ناک اور سبق آموز ہے زندگی کا ابتدائی دور چوری اور ڈاکہ زنی قتل اور غارت گری میں بسر ہوا۔ چوری بھی معمولی نہیں بلکہ بڑے بڑے قافلوں کو لوٹ لینا اور راہ گیروں کا تمام مال و اسباب چھین لینا روزمرہ کا مشغلہ تھا۔

آپ ڈاکوؤں کے گروہ کے سردار تھے اور وہ لوگ جو مال لوٹ کر لاتے ان کی تقسیم آپ ہی کیا کرتے تھے۔ جنگلوں بیابانوں میں اپنے گروہ کے ساتھ مارے مارے پھرا کرتے اور لوگوں کی نظروں سے پوشیدہ رہتے تھے۔

لیکن ان عیوب کے ساتھ ہی عبادت گذاری میں بھی کوئی فرق نہ آتا تھا۔ نماز باجماعت پڑھتے تھے۔ آپ کے گروہ کے دوسرے ڈاکو بھی نماز روزے کے سخت پابند تھے۔ اگر آپ کو معلوم ہو جاتا کہ فلاں شاگرد ڈاکو صوم وصلوٰۃ کی پابندی نہیں کرتا ہے تو اسے نکال باہر کر دیتے۔ رہزنی اور غارت گری سے جب فرصت ملتی تو سارا وقت عبادتِ الٰہی میں گزارتے تھے۔ علاوہ فرائض کے نفلی عبادتیں روزانہ کے معمولات میں داخل تھیں۔ ہر وقت تسبیح اور جائے نماز ساتھ رہتی۔ کمبل کا کرتہ اور نمدے کی ٹوپی آپ کا لباس تھا۔

ایک بار خبر ملی فلاں راستہ سے ایک قافلہ گزرنے والا ہے جس کے پاس ساز و سامان بہت ہے۔ آپ نے اپنے گروہ کو حکم دیا کہ جاؤ قافلہ کا محاصرہ کر کے لوٹ لو۔ ڈاکوؤں نے چاروں طرف سے گھیر لیا اور لوٹ مار میں مشغول ہو گئے۔ اتفاق سے ایک مسافر بچ نکلا اور اپنا مال لے کر جنگل میں ایک طرف کو بھاگ نکلا۔ اس نے دیکھا کہ سامنے ایک خیمہ ہے اور اس میں ایک بزرگ صورت انسان مصلے بچھائے اور تسبیح

ہاتھ میں لیے بیٹھے ہیں۔ انہیں ایک درویش جانتے ہوئے اس شخص نے اپنا سارا مال انانتاً ان کے پاس رکھوا دیا اور خود فوراً پلٹ کر قافلہ سے جا ملا جب ڈاکو لوٹ مار کر کے روانہ ہو گئے تو یہ اپنی امانت لینے انہیں کے پاس واپس آیا۔ یہاں آ کر اس کی حیرت کی انتہا نہ رہی جب اس نے یہ دیکھا کہ وہی تمام ڈاکو ان بزرگ کے پاس بیٹھے ہوئے آپس میں مال تقسیم کر رہے ہیں۔ اب تو یہ شخص بہت پریشان ہوا اور سوچنے لگا کہ میں نے اپنی ساری پونجی خود ہی ڈاکوؤں کے حوالے کر دی۔ حضرت فضیل بن عیاض نے بھی اسے دیکھ لیا آواز دی اور سارا مال اسی طرح واپس کر کے اسے رخصت کر دیا

دوسرے ڈاکوؤں نے جب اس کی وجہ دریافت کی تو جواب دیا کہ اس شخص نے میرے متعلق اچھا گمان کیا تھا۔ اس لیے میں نے اس کے گمان کو سچا کر دیا۔ میں اپنے خدا کے متعلق بھی اچھا گمان رکھتا ہوں شاید وہ بھی میرے گمان کو سچا کر دے۔

کچھ دنوں کے بعد ایک دوسرا قافلہ ادھر سے گذرا تو وہ بھی لوٹ لیا گیا۔ جب ڈاکو لوٹ مار کر کے کھانے میں لگ گئے تو کسی نے دریافت کیا کہ تمہارا سرغنہ کہاں ہے۔ جواب ملا کہ نماز پڑھ رہا ہے۔ پوچھنے والے نے پوچھا کہ

وہ کھانے میں تمہارے ساتھ شریک کیوں نہیں ہے؟ تو ڈاکوؤں نے جواب دیا کہ وہ روزہ سے ہے، یہ سنکر وہ سخت متحیر ہوا اور فوراً حضرت فضیل بن عیاض رحمتہ اللہ علیہ کے پاس پہونچا اور کہا:

"حضرت ایک طرف تو آپ کی یہ عبادت گذاری اور دوسری طرف یہ ڈاکہ زنی اور لوٹ مار؟" آپ نے فرمایا — تمہیں حق تعالیٰ کا وہ قول یاد نہیں کہ جس میں اس نے فرمایا ہے کہ جنہوں نے اپنے گناہوں کا اعتراف کر لیا اور اچھے اور برے دونوں کام کئے اللہ کو قدرت ہے کہ وہ انہیں بخش دے۔

آپ بڑے بہادر اور باہمت انسان تھے۔ کبھی کسی غریب کو نہیں لوٹا اور نہ کسی عورت پر ہاتھ ڈالا۔ اس کے برعکس غرباء کی امداد و اعانت کیا کرتے تھے۔ ہمیشہ مالداروں کو لوٹتے تھے۔ ایسے قافلہ کو جس میں غرباء زیادہ ہوں یا عورتیں اور بچے ہوں، نظر انداز کرتے اور انہیں اپنی حفاظت میں سرحد پار کرا دیا کرتے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ آپ کو ایک حسین و جمیل عورت سے عشق بھی تھا اکثر اس کی محبت میں رویا کرتے تھے۔ لوٹ مار سے جو کچھ حاصل ہوتا اسی کو دے دیا کرتے تھے

غرضیکہ آپ کی زندگی عشق و محبت، غریب پروری، مہمان نوازی، ظلم و رہزنی اور عبادت و

ریاضت کا ایک عجیب و غریب رنگا رنگ مجموعہ تھی۔ عشق کی آگ سے دل میں پہلے ہی سے سوز و گداز موجود تھا۔ عبادت گذاری نے اور بھی رقت پیدا کر دی۔ مولائے کائنات کی توجہ آپ کی طرف مبذول ہوئی اور مشیت ایزدی نے اپنا کام شروع کر دیا۔ ایک رات ایک قافلہ ادھر سے گذرا۔ ایک شخص اونٹ پر بیٹھا ہوا قرآن شریف پڑھتا ہوا جا رہا تھا۔ جب یہ آیت آپ کے کان تک پہنچی۔

اَلَمْ یَاْنِ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُھُمْ لِذِکْرِ اللّٰہِ وَمَا نَزَلَ مِنَ الْحَقِّ۔

یعنی کیا وہ وقت ابھی نہیں آیا کہ ایمان داروں کے دل اللہ کے ذکر سے لرزنے لگیں یہ سننا تھا کہ ایک بجلی سی بدن میں کوند گئی۔ ایک تیر تھا جو سینے میں پیوست ہو گیا، ایک چنگاری تھی جس نے خرمن صبر و قرار کو جلا کر خاکستر کر دیا۔ دل کی بند کھڑکیاں کھل گئیں۔ اور آ گیا۔ آگیا کہتے ہوئے دیوانہ وار زار و قطار روتے ہوئے جنگل میں ادھر اُدھر دوڑنے لگے اور بارگاہ ایزدی میں گڑگڑا کر توبہ و استغفار کرنا شروع کر دیا۔

جس جس کا مال لوٹا تھا فرداً فرداً اس کے پاس جا کر اپنا قصور معاف کرا لیا۔ شہر کے امیر کے پاس پہنچے اور فرمایا کہ میں نے بے شمار گناہ کئے ہیں مجھے بادشاہ کے پاس لے چلو تاکہ وہ مجھے اس کی سزا دے۔ جب بادشاہ کے سامنے لائے گئے تو اس نے نہایت عزت و اکرام کے ساتھ استقبال کیا اور بڑے ادب و توقیر کے ساتھ واپس کیا۔

گھر میں آکر بیوی سے کہا کہ اب میں مکہ معظمہ جا رہا ہوں اگر تم کہو تو تم کو طلاق دے دوں اور اگر چلنا چاہو تو چلو۔ بیوی نے عرض کیا کہ جہاں آپ چلیں گے میں بھی آپ کے ساتھ چلوں گی۔ چنانچہ مکہ معظمہ روانہ ہو گئے اور حرم کی جاروب کشی کرنے لگے۔

عرصہ تک عبادت و ریاضت کرنے کی وجہ سے سینہ مبارک معرفت حق سے روشن ہو چکا تھا بڑے بڑے اہل دل اور اولیائے وقت بھی صحبت سے فیضیاب ہوتے۔ امام ابو حنیفہ رحمتہ اللہ علیہ کے حلقہ میں ایک مدت تک رہ کر علم و فضل حاصل کیا۔ آخر کار علوم دینیہ اور ولایت حقانیہ سے پوری طرح بہرہ ور ہوئے

ایک بار امیر المومنین ھارون الرشید نے اپنے وزیر سے کہا کہ مجھے کسی ولی کامل کے پاس لے چلو۔ چنانچہ وہ انہیں حضرت سفیان ثوریؒ کے پاس لے گئے۔ دروازہ پر پہنچ کر آواز دی۔ انہوں نے پوچھا کون ؟

جواب دیا گیا امیر المومنین! سفیان ثوری نے فرمایا کہ امیر المومنین نے کیوں زحمت کی

کی مجھے حکم دیتے میں خود حاضر ہو جاتا۔

امیر المومنین نے وزیر سے کہا کہ یہ بھی نہیں اول چلو یہ ایسے ولی نہیں معلوم ہوتے جیسے ہم چاہتے ہیں حضرت سفیان ثوری نے جب یہ سنا تو فرمایا کہ اگر آپ کو کسی ایسے ہی آدمی کی تلاش ہے تو فضیل بن عیاض رح کے پاس جائیے۔

چنانچہ امیر المومنین حضرت فضیل بن عیاض کے دروازہ پر پہنچے۔ آپ اس وقت تلاوت قرآن میں مصروف تھے اور یہ آیت زبان پر تھی۔ اَمْ حَسِبَ الَّذِیْنَ اجْتَرَحُوا السَّیِّاٰتِ اَنْ نَّجْعَلَهُمْ کَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا۔

یعنی وہ لوگ جو بداعمالیوں میں ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ ہم انہیں نیکوکاروں کے برابر مرتبہ دیں گے۔

یہ سنکر امیر المومنین نے کہا کہ نصیحت کے لئے تو یہی آیت کافی ہے مگر پھر بھی آواز دی۔ اندر سے پوچھا کون؟ کہا گیا امیر المومنین فرمایا امیر المومنین کو مجھ سے کیا کام ہے؟ بہتر ہے کہ وہ خدا کی یاد کے علاوہ دوسری طرف متوجہ نہ کریں۔ وزیر نے باہر سے کہا کہ یہ امیر المومنین ہیں آپ پر ان کی اطاعت واجب ہے۔

جواب دیا۔ مجھے فکر میں مبتلا مت کرو"۔ بالآخر امیر المومنین بغیر اجازت لیے اندر داخل ہو گئے، فضیل بن عیاض رح نے فوراً چراغ گل کر دیا تاکہ امیر المومنین کے چہرے پر نظر نہ پڑ سکے۔

اور نیت باندھ کر نماز میں مشغول ہو گئے۔ اور جب فارغ ہوئے تو ہارون الرشید نے آبدیدہ ہو کر عرض کیا کہ حضرت! کچھ تو فرمائیے۔ ارشاد ہوا کہ اگر نجات کی آرزو ہے تو بوڑھے کو باپ جوانوں کو بھائی چھوٹوں کو فرزند اور عورتوں کو ماں بہن بیٹی سمجھ! خلیفہ ہارون الرشید نے عرض کیا اور کچھ...... فرمایا۔ اللہ سے ڈرو اور اپنے اعمال کی جواب دہی کے لیے تیار ہو جاؤ، کل قیامت کے دن ایک ایک مسلمان کے متعلق تجھ سے سوال ہوگا اگر ایک بڑھیا بھی کسی رات بھوکی سو گئی تو وہ بروز حشر تیرا دامن پکڑے گی۔ یاد رکھ بہت سے امیر دوزخ میں جائیں گے کہیں تو بھی انہیں میں نہ ہو۔

یہ سنتے ہی خلیفہ زار و قطار رونے لگا اور روتے روتے بے ہوش ہو گیا جب ہوش میں آیا تو ایک ہزار اشرفیاں حاضر خدمت کیں۔ فضیل بن عیاض رح نے فرمایا کہ مجھے قطعاً اس کی حاجت نہیں، معلوم ہوتا ہے کہ میری نصیحت کا تجھ پر کوئی اثر نہیں ہوا اور یہ کہہ کر دروازہ اندر سے بند کر لیا۔ ہارون رشید جب لوٹنے لگے تو وزیر سے کہا کہ واقعی یہ مرد کامل ہے

اس سلسلے میں کچھ اقوال بھی سن لیجئے شاید عبرت ہی حاصل ہو گی۔

فرمایا کرتے تھے کہ جب اللہ کسی بندے کو اپنا دوست بناتا ہے تو بہت سی تکلیفیں دیتا ہے اور جب دشمن بناتا ہے تو دنیا اس پر کشادہ کر دیتا ہے۔ اللہ سے ڈرنے والے سے ہر چیز ڈرتی ہے جو اس سے نہیں ڈرتا اس سے کوئی نہیں ڈرتا۔

فرمایا کہ زبان سے اظہار محبت کرنے اور دل میں دشمنی رکھنے والے پر اللہ تعالیٰ لعنت بھیجتا ہے۔

دو عادتیں دل کو بہت خراب کر دیتی ہیں ایک بہت کھانا اور دوسرے بہت سونا۔

اگر مجھے حکم دیا جائے کہ ایک دعا مانگو جو ضرور قبول ہو گی تو میں بادشاہ کی اصلاح کے لئے دعا مانگوں کیونکہ اس کی اصلاح رعایا کی اصلاح ہے اور اس سے ایک دنیا کو فائدہ پہنچتا ہے۔

فرماتے تھے کہ جب رات آتی ہے تو میں خوش ہوتا ہوں کیونکہ اس وقت خلوت بے تفرقہ حاصل ہوتی ہے اور جب صبح ہوتی ہے تو غمگین ہوتا ہوں کیونکہ لوگوں کے ملنے جلنے سے خدا کی یاد کم ہو جاتی ہے جو تنہائی سے گھبرائے اور دنیا سے دل لگائے، تو سلامتی اس سے دور رہتی ہے۔

فرمایا ہر چیز کی ایک زکوٰۃ ہوتی ہے۔ عقل کی زکوٰۃ غم ہے۔ جس طرح جنت میں جا کر رونا تعجب کی بات ہے اسی طرح دنیا میں آ کے ہنسنا بھی تعجب کی بات ہے۔

فرماتے تھے کہ دنیا تو ایک پاگل خانہ ہے اور ہم مثل دیوانوں اور پاگلوں کے اس پاگل خانے میں پابزنجیر ہیں۔ توکل کی حقیقت یہ ہے کہ اللہ کے سوا کسی سے امید نہ رکھے اور اس کے سوا کسی سے نہ ڈرے۔

حضرت فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ پر ہمیشہ خوف خدا طاری رہتا۔ ہر وقت آنکھیں اشکبار رہتیں اور روتے رہتے۔ تیس برس تک آپ کو کسی نے ہنستے نہیں دیکھا ایک بار ایک قاری سے کہا کہ جاؤ میرے بیٹے کو کچھ قرآن سناؤ مگر اس کے سامنے سورۃ القارعۃ نہ پڑھنا کیونکہ اس میں قیامت کا ذکر ہے اور اس کے سننے کی اس میں تاب نہیں اتفاق سے قاری نے سورۃ القارعۃ ہی پڑھنی شروع کر دی۔ صاحبزادے نے یہ سنکر ایک چیخ ماری اور جاں بحق ہو گئے۔ وصال کی خبر جب آپ کو ہوئی تو مسکرا دئے۔ لوگوں نے عرض کی حضرت کبھی تو آپ کو ہنستے نہیں دیکھا گیا آج بے موقع ہنسی کیسے آگئی۔

فرمایا کہ اس کی موت خدا کی مرضی سے ہوئی۔ اس لئے میں بھی اپنے محبوب کے حکم پر راضی برضا ہو گیا اور ہنس دیا۔

آپ کی دو جوان صاحبزادیاں تھیں جب وصال کا وقت قریب آیا تو بیوی سے کہا کہ

جب میری تجہیز و تکفین سے فارغ ہو جانا تو ان
دونوں کو کوہِ بوقبیس (مکہ میں ایک پہاڑی
کا نام ہے) پر لے جانا اور آسمان کی طرف
سر اٹھا کر کہنا اور آسمان کی طرف سر اٹھا کر کہنا کہ
اے پروردگار! تیرے فضیل نے وصیت کی
ہے کہ جب تک میں زندہ رہا تیری ان دونوں
امانتوں کو اپنے پاس رکھا۔ اب جب کہ
تو نے مجھے اپنے پاس بلا لیا ہے اس لئے انہیں
تیرے سپرد کرتا ہوں۔

چنانچہ بیوی نے ایسا ہی کیا اور بعد وفات
پہاڑی پر جا کر یہی الفاظ رو رو کر دہرائے کہ
حسن اتفاق اسی وقت امیر یمن ادھر آ نکلا
اور ماجرا پوچھا۔ بیوہ نے سارا قصہ بیان کر
دیا۔ امیر نے کہا ان دونوں لڑکیوں کو مجھے
دے دو میں اپنے دونوں سے ان کی شادی
کر دوں گا اور اجازت لے کر بڑے تزک و
احتشام کے ساتھ لڑکیوں کو اپنے ساتھ یمن لے
گیا اور دس دس ہزار مہر پر اپنے دونوں لڑکوں
کے ساتھ شادی کر دی۔

حضرت فضیل رحمتہ اللہ علیہ کو اولیائے کرام
اور مشائخ عظام میں ایک بلند مرتبہ حاصل ہے
جب سے توبہ کی کبھی بھی یاد الٰہی سے غافل نہیں
رہے۔ ہمیشہ تنگ دستی اور فاقہ مستی
میں زندگی گذاری۔ حضرت عبداللہ بن
مبارک فرماتے ہیں کہ انتقال کے وقت زمین
سے رونے کی آواز بلند ہوئی۔ ۳ ربیع الاول
۱۸۶ھ کو اپنے محبوب حقیقی سے جا ملے۔ مزار
مبارک مکہ معظمہ میں زیارت گاہ خاص و عام ہے

علماء کے متعلق

علماء رسولوں کے امین اور اللہ کے بندوں
پر ان کے معتمد علیہ ہیں۔ جب تک بادشاہ سے
نہ ملیں اور دنیا سے محبت نہ کریں۔ وہ علماء جو
بادشاہوں اور دنیاداروں اور رئیسوں کے قریب
ہوتے ہیں اور دنیا سے محبت رکھتے ہیں۔ وہ رسولوں
سے خیانت کرنے والے ہوتے ہیں ان سے الگ
ہو جانا چاہیئے۔

حدیث میں آیا ہے کہ آدمی جب تک متعلم
نہ ہو عالم نہیں ہو سکتا۔ اور عالم کے لئے لازم ہے
کہ وہ علم پر عمل کرے ورنہ وہ عالم نہیں ہے یعنی
اس کے اور جاہل میں کوئی فرق نہیں ہے۔ حضور
علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا جو عالم نہیں اس پر
ایک بار افسوس ہے اور جو علم اور عمل دونوں سے
محروم ہے اس پر سات بار افسوس ہے۔ حضرت عمر
رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مجھے اس بات کا خوف نہیں کہ
قیامت کے دن پوچھا جائے گا کہ اے عمر! تو نے کیا
علم حاصل کیا۔ مجھ کو خوف اس بات کا ہے کہ مجھ سے
پوچھا جائے گا کہ جو علم تو نے حاصل کیا اس پر تو نے
عمل کیا کیا۔

مُفتی

سوال : جمعہ کی نماز میں پہلے اور اس کے بعد کتنی رکعتیں سنت ہیں ؟

جواب : بہتر یہ ہے کہ جمعہ کی نماز سے پہلے چار رکعتیں اور اس کے بعد چھ رکعتیں اس ترتیب سے پڑھے کہ پہلے چار رکعتیں اور پھر دو رکعتیں یہ افضل ہے۔

سوال : ضحیٰ کی نماز یعنے چاشت کے وقت کی نماز سنت مؤکدہ ہے یا مستحب اور اس کی کتنی رکعتیں ہیں ؟

جواب : ضحیٰ کی نماز مستحب ہے اس کی رکعتیں کم از کم دو اور زیادہ سے زیادہ بارہ ہیں۔

سوال : اس نماز کی فضیلت بیان کریں۔

جواب : ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا یا رسول اللہ ! آپ مجھ کو نصیحت کریں۔ آپ نے فرمایا جب تو ضحیٰ کی دو رکعتیں پڑھے گا تو تو غافلوں میں نہیں لکھا جائے گا اور جب تو چار رکعتیں پڑھیگا تو تو عابدوں میں شمار ہوگا اور جب تو چھ رکعتیں پڑھے گا تو اس دن تجھ سے کوئی گناہ نہیں ہوگا اور جب تو آٹھ رکعتیں پڑھے گا تو تو قانتین میں لکھا جائیگا اور جب تو دس رکعتیں پڑھے گا تو اللہ تعالےٰ تیرے لئے جنت میں گھر بنائے گا اور جب تو بارہ رکعت پڑھے گا تو اللہ تعالےٰ تیرے لئے جنت میں سونے کا ایک محل بنائے گا۔

سوال : ضحیٰ کی نماز کا وقت کب ہوتا ہے اور کہاں تک رہتا ہے ؟

جواب : سورج جب بلند ہو تو اسکا وقت شروع ہوتا ہے اور زوال کے پہلے تک رہتا ہے۔

سوال : کیا نماز جنازہ متعدد بار پڑھی جا سکتی ہے مثلاً ایک شخص کراچی میں فوت ہوا وہاں اسکی نماز جنازہ پڑھی گئی۔ پھر اس کو وہاں سے منتقل کر کے اس کے آبائی گاؤں میں پہنچایا گیا۔ کیا وہاں بھی اسکی نماز جنازہ پڑھی جائے ؟

جواب : نماز جنازہ فرض کفایہ ہے۔ بعض کے پڑھنے سے کل کی طرف سے ادا ہو گیا۔ اب دوبارہ نہیں پڑھا جا سکتا۔ ہاں اگر بالفرض میت کے ولی نے جنازہ نہیں پڑھا پہلا جنازہ

غیر اولیاء نے پڑھا ہے تو ولی کے لیے جائز ہے کہ وہ پڑھ لے۔ اگر میت کے اولیا متعدد ہیں پہلی بار ان سے بعض نے پڑھا تو جنازہ کی فرضیت سب کی طرف سے پوری ہو گئی اس کے بعد اب دیگر اولیاء کے لئے بھی دوبارہ جنازہ پڑھنا جائز نہیں ہے۔

سوال: کیا نماز تہجد بھی دیگر نوافل کی طرح بیٹھ کر پڑھنا جائز ہے؟

جواب: جائز ہے مگر اولیٰ اچھا ہے کہ قیام کے ساتھ ادا کرے۔ اگر قیام کے ساتھ ادا کریگا تو پورا ثواب ملے گا۔ اگر بغیر عذر کے بیٹھ کر پڑھے گا تو آدھا ثواب ملے گا۔

سوال: اگر تہجد کی نماز فوت ہو گئی تو کیا دن کو اسکی قضا دے سکتا ہے؟

جواب: نفل کی قضا نہیں مگر اس کے ثواب کا تدارک چاشت کی نماز پڑھ کر کیا جا سکتا ہے

سوال: زید پر جمعہ کی نماز فرض ہے اس نے جمعہ کے دن ظہر کی نماز پڑھی۔ پھر وہ مسجد میں جمعہ کی نماز پڑھنے کے لئے آیا اور جمعہ کی نماز پڑھی۔ کیا اس کی ظہر کی نماز صحیح ہو گی یا جمعہ کی؟

جواب: جس پر جمعہ فرض ہے اسکے لیے جمعہ کی نماز کو ترک کرنا اور ظہر کی نماز پڑھنا حرام ہے اگر اس کے بعد وہ جمعہ کی نماز کے لئے گھر سے مسجد کی طرف آیا تو اسکی ظہر کی نماز باطل ہو گی اور جمعہ کی نماز پڑھی تو وہ درست ہوئی۔

صدق کی برکت

حضرت سلیمان علیہ السلام کی منکوحہ عورتیں ساٹھ یا اس سے زیادہ تھیں۔ ایک رات حضرت سلیمان اپنی سب عورتوں کے پاس گئے۔ سب عورتوں نے بچہ جنا سوائے ایک عورت کے اس نے جو بچہ جنا اس کا ایک پاؤں ایک ہاتھ اور ایک آنکھ تھی حضرت سلیمان علیہ السلام کے دل کو اس سے بہت رنج پہنچا۔ سلیمان علیہ السلام کے وزیر آصف نے کہا کہ بچے کی ماں اور میں اور تو تینوں ایک جگہ بیٹھ کر سچ بولیں اور پھر دعا مانگیں کہ اے اللہ سچ کی برکت سے ہمارے اس ناقص الخلقۃ بچے کو صحیح کر دے سلیمانؑ نے اس بات کو پسند کیا۔ بچے کی ماں نے کہا کہ اے سلیمان! تیرا کالی داڑھی کے ساتھ فقیر ہونا مجھے پسند ہے کہ تو سفید داڑھی کے ساتھ بادشاہ ہو۔ آصف نے کہا کہ میں زبان سے کہتا ہوں کہ میں وزارت نہیں چاہتا مگر دل سے اس کو پسند کرتا ہوں سلیمانؑ نے کہا کہ باوجود اس کے کہ میری بادشاہی مشرق و مغرب تک پھیلی ہے میں چاہتا ہوں کہ لوگ مجھے ہدیے بھیجیں۔ اس کے بعد دعا کی کہ اے اللہ اس بچے کو ہماری سچی باتوں کی طفیل صحیح اور تندرست کر دے۔ جونہی انہوں نے دعا کی بچہ فوراً ٹھیک ہو گیا۔

ز

دور حاضر اور مخبر صادق کی پیش گوئیاں

مردوں کی کمی، شراب خوری اور زنا کی کثرت ہوگی

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں کہ

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کی نشانیوں میں یہ بھی ہے کہ علم اٹھ جائے گا جہالت بڑھ جائے گی۔ زنا کی کثرت ہوگی۔ شراب بہت پی جائے گی۔ مرد کم ہو جائیں گے۔ عورتیں اس قدر زیادہ ہوں گی کہ پچاس عورتوں پر خبر گیری کے لئے ایک مرد ہوگا۔ (بخاری و مسلم)

اس حدیث میں جو کچھ ارشاد فرمایا ہے اس وقت ہو بہو ہو رہا ہے۔ البتہ عورتوں کو ابھی اتنی زیادتی نہیں ہوئی جتنی اس حدیث میں مذکور ہے۔ مگر عنقریب ہی یورپ کی جنگیں اس پیشن گوئی کو سچ ثابت کر دکھانے والی ہیں۔

علم اُٹھ جائے گا

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ علم سیکھو اور لوگوں کو سکھاؤ (اسلام کے) فرائض خود بھی سیکھو لوگوں کو بھی سکھاؤ۔ قرآن خود پڑھو اور لوگوں کو بھی پڑھاؤ کیونکہ میں تمہارے پاس سے جانے والا ہوں اور علم بھی اُٹھ جائے گا اور فتنے ظاہر ہوں گے۔ حتیٰ کہ کسی معاملہ میں دو شخص لڑیں گے اور فیصلہ کرنے والا تک نہ ملے گا۔ (مشکوٰۃ)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰے عنہ فرماتے ہیں کہ رُسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بندوں میں سے خدا علم کو اچانک نہ اٹھائے گا بلکہ علماء کو موت دے کر علم کو رفتہ رفتہ ختم کرے گا۔ حتیٰ کہ جب خدا کسی عالم کو نہ چھوڑے گا تو لوگ جاہلوں کو امیر اور صدر بنائیں گے۔ اور ان سے مسائل اور معاملات کے بارے میں سوال کئے جائیں گے تو وہ بغیر علم کے فتوے دیں گے اور خود بھی گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے۔ (مشکوٰۃ)

عمر میں بے برکتی ہو جائے گی

حضرت انس رضی اللہ تعالٰے عنہ فرماتے ہیں کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

ہے کہ قیامت نہ آئے گی جب تک کہ وقت جلدی جلدی نہ گزرنے لگے (پھر اس کی تشریح فرمائی کہ) ایک سال ایک ماہ کے برابر ہو گا اور ایک ماہ ایک ہفتہ کے برابر ہو گا اور ایک ہفتہ ایک دن کے برابر ہو گا اور ایک دن ایک گھڑی کے برابر ہو گا اور ایک گھڑی ایسے گزر جائے گی جس طرح آگ کا شعلہ یکایک بھڑک کر ختم ہو جاتا ہے۔ (ترمذی)

وقت جلدی جلدی گزرنے کا مطلب کیا ہے۔ اس کے بارے میں شارحین حدیث کے مختلف اقوال ہیں۔ اقرب اور راجح یہ ہے کہ عمریں بے برکت ہو جائیں گی۔ اور انسان اپنی عمر سے دین و دنیا کے وہ سب فائدے حاصل نہ کر سکے گا جو اس قدر لمبے وقت میں حاصل ہو سکتے تھے۔ (حاشیہ مشکوٰۃ)

فقیر عرض کرتا ہے کہ آئندہ عمروں میں کیا کچھ بے برکتی ہونے والی ہے اسے تو خدا ہی جانے۔ اس وقت کا حال تو یہ ہے کہ جب مہینہ یا ہفتہ ختم ہو جاتا ہے تو فوراً خیال آجاتا ہے کہ ابھی تو شروع ہوا تھا یکایک ختم ہو گیا۔ اس حقیقت سے آج کے انسان انکار نہیں کر سکتے۔

کنجوسی عام ہو گی اور قتل کی کثرت ہو گی

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آئندہ چل کر زمانہ جلدی جلدی گزرنے لگے گا۔ فتنے ظاہر ہوں گے اور دلوں میں کنجوسی ڈال دی جائے گی اور قتل کی کثرت ہو گی۔ (بخاری و مسلم)

(باقی آئندہ)

ریاضت کا ایک عجیب و غریب رنگا رنگ مجموعہ تھی۔

عشق کی آگ سے دل میں پہلے ہی سے سوز و گداز موجود تھا۔ عبادت گذاری نے اور بھی رقت پیدا کر دی۔ مولائے کائنات کی توجہ آپ کی طرف مبذول ہوئی اور مشیت ایزدی نے اپنا کام شروع کر دیا۔ ایک رات ایک قافلہ ادھر سے گذرا۔ ایک شخص اونٹ پر بیٹھا ہوا قرآن شریف پڑھتا ہوا جا رہا تھا۔ جب یہ آیت آپ کے کان تک پہنچی۔

اَلَمْ یَاْنِ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ وَمَا نَزَلَ مِنَ الْحَقِّ۔

یعنی کیا وہ وقت ابھی نہیں آیا کہ ایمان داروں کے دل اللہ کے ذکر سے لرزنے لگیں یہ سننا تھا کہ ایک بجلی سی بدن میں کوند گئی۔ ایک تیر تھا جو سینے میں پیوست ہو گیا، ایک چنگاری تھی جس نے خرمن صبر و قرار کو جلا کر خاکستر کر دیا۔ دل کی بند کھڑکیاں کھل گئیں۔ اور آ گیا۔ آگیا کہتے ہوئے دیوانہ وار زار و قطار روتے ہوئے جنگل میں ادھر اُدھر دوڑنے لگے اور بارگاہ ایزدی میں گڑگڑا کر توبہ و استغفار کرنا شروع کر دیا۔

جس جس کا مال لوٹا تھا فرداً فرداً اس کے پاس جا کر اپنا قصور معاف کرانے۔ شہر کے امیر کے پاس پہنچے اور فرمایا کہ میں نے بےشمار گناہ کیے ہیں مجھے بادشاہ کے پاس لے چلو تاکہ وہ مجھے اس کی سزا دے۔ جب بادشاہ کے سامنے لائے گئے تو اس نے نہایت عزت و اکرام کے ساتھ استقبال کیا اور بڑے ادب و توقیر کے ساتھ واپس کیا۔

گھر میں آ کر بیوی سے کہا کہ اب میں مکہ معظمہ جا رہا ہوں اگر تم کہو تو تم کو طلاق دے دوں اور اگر چلنا چاہو تو چلو۔ بیوی نے عرض کیا کہ جہاں آپ چلیں گے میں بھی آپ کے ساتھ چلوں گی۔ چنانچہ مکہ معظمہ روانہ ہو گئے اور حرم کی جاروب کشی کرنے لگے۔

عرصہ تک عبادت و ریاضت کرنے کی وجہ سے سینہ مبارک معرفت حق سے روشن ہو چکا تھا بڑے بڑے اہل دل اور اولیائے وقت بھی صحبت سے فیضیاب ہوئے۔ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے حلقہ میں ایک مدت تک رہ کر علم و فضل حاصل کیا۔ آخرکار علوم دینیہ اور رولایت حقانیہ سے پوری طرح بہرہ ور ہوئے

ایک بار امیر المومنین ہارون الرشید نے اپنے وزیر سے کہا کہ مجھے کسی ولی کامل کے پاس لے چلو۔ چنانچہ وہ انہیں حضرت سفیان ثوریؒ کے پاس لے گئے۔ دروازہ پر پہنچ کر آواز دی۔ انہوں نے پوچھا کون ؟

جواب دیا گیا امیر المومنین! سفیان ثوری نے فرمایا کہ امیر المومنین نے کیوں زحمت کی